مردِ میداں میر لشکر

حضرت مولانا متین الحق اُسامہ صاحب قاسمی کانپوری نور اللہ مرقدہٗ، قاضی شہر کانپور صدر جمعیۃ علماءِ اُتر پردیش و ناظم اعلیٰ جامعہ محمودیہ اشرف العلوم جامع مسجد جاجمؤ کانپور کا

مختصر سوانحی خاکہ

از قلم:

مفتی محمد عامر کانپوری

استاذ جامعہ محمودیہ اشرف العلوم جامع مسجد جاجمؤ کانپور

(اسلامک اسکالر)

ناشر

مکتبہ دار العلوم کانپور

نزد مسجد عائشہ کے ڈی اے کالونی

نزد اشرف آباد جاجمؤ کانپور

فون نمبر: 8052649149

مردِ آہن

کردار کے غازی، خوش گفتار، مردِ آہن، خطیب الہند، امن وا یکتا کے علمبردار، آئینِ ہند کے پاس دار، دین وشریعت کے بے باک ترجمان، قاطعِ بدعت، قوم وملّت کے دھڑکتے دل، مظلوم وناتواں کے محافظ، پسِ دیوارِ زنداں کے نگہبان، ہر فردِ ہند کے مسائل کے لیے کوشاں رہنے والے بے باک رہنما ومشہور عالمِ دین حضرت مولانا محمد متین الحق اُسامہ صاحب قاسمی وکانپوری نور اللہ مرقدہٗ قاضیٔ شہر کانپور وصدر جمعیۃ علماء اتر پردیش وناظمِ اعلیٰ جامعہ محمودیہ اشرف العلوم اشرف آباد۔

۱۳۸۸ھ/۱۹۶۷ء ۱۴۴۱ھ/۲۰۲۰ء

انھیں کے زورِ بازو سے بے آب گردش زمانے کی
بدل کر رکھ دیا آخر مزاجِ آسماں تونے

(علامہ اقبالؔ)

اوصافِ حمیدہ:

آپ کا قد دراز، رنگت سپید، جسم جسیم، پیشانی کشادہ، آنکھیں بڑی بڑی، پلکیں لمبی اور باریک، ڈاڑھی گھنی اور سفید اور سر کے بال کالے اور لمبے تھے، روشن چہرہ، شگفتہ اور متبسم ہونٹ والے تھے، ہاتھوں میں چھڑی اور بغل میں رومال، فقراء ومساکین کے ساتھ بہت زیادہ حسنِ سلوک برتنے، علماء وطلبہ اور اہلِ تعلق حضرات کا بہت زیادہ پاس ولحاظ فرماتے۔

جرأت و بے باکی میں یکتائے روزگار:

حضرت موصوف بہت سے جامع کمالات کے حامل تھے، اپنی جرأت و بے باکی کے لیے مشہور تھے، وہ ہر آن مسلمانوں کی مظلومیت کے خلاف نبرد آزما رہتے اور اُن کی حق تلفی کے خلاف اُٹھنے والی واضح اور نمایاں آواز کی حیثیت رکھتے تھے؛ اسی لیے تمام مسالک ونقطہ ہائے نظر کے مسلمان ان کی بے پناہ عزت کرتے تھے؛ اسی لیے ان کی وفات سے پورے عالمِ اسلام میں ایک خلاء ہوگیا، جس کی کمی ہر لمحہ محسوس ہوتی رہے گی، آنکھیں اشکبار، دل غمگین رہے گا، تنظیمیں، تحریکیں، محفلیں اور قیادتیں پسِ مردہ اور افسردہ رہیں گی۔ ؎

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سوگئے داستاں کہتے کہتے

عظیم قائدین وعلماء کے جاں نشین:

امت کے ضمیر کو بیدار کرنے اور جھنجھوڑنے والے عہد استعمار وغلامی (جس نے نہ صرف برِّصغیر؛ بلکہ سامراج کے ظلم وستم کے شکار سے سارے اسلامی وعربی ممالک میں قومِ مسلم کے ضمیر پر دستک وقتاً فوقتاً دیتے رہے اور اُس کو بروقت ہوشیار کرتے رہے) کے بطن سے پیدا شدہ عظیم ترین نسل ہائے قائدین وزُعماء کے بڑی حد تک جاں نشین سمجھے جانے والے باقی ماندہ علماء وقائدین میں سے ایک مولانا متین الحق اُسامہ صاحب قاسمی، کانپوری اپنے رنگ وآہنگ میں یکتا اور محنت وجفاکشی کی بہت سی سمتوں میں فی الواقع بے مثال تھے۔

مولانا اُسامہؒ دیگر علمائے متأخرین باکمال کی طرح اُن اسلامی ودینی مدرسوں کے ساختہ وپرداختہ تھے جو بڑی حد تک قدیم درسی نصاب پر کاربند ہیں اور جو اِس وسیع تر دیار میں علمائے راسخین اور روحِ شریعت کے مزاج آشنا علمائے ربّانیین کی تخلیق میں

اپنی شناخت رکھتے ہیں؛ لیکن انہیں خدائے وَہّاب کی طرف سے بے پناہ قائدانہ صلاحیتیں ودیعت ہوئی تھیں، وہ نسل بیدار اور قلب ہوشیار کے ساتھ ساتھ دُور رَسی، بالغ نظری، مکمل عملی اور صحیح وقت پر صحیح اور مفید تر فیصلہ لینے اور اُس پر کاربند ہوجانے کی ناگزیر زعیمانہ صفات کے حامل تھے، جن کے طفیل میں کوئی کامیاب اور باتوفیق قائد سنگ لاخ راہوں پر دامن اُلجھائے بغیر صحیح سمت میں محوِ سفر ہونا اور بیابان کی شبِ تاریک میں دِیگر لوگوں کے لیے قندیلِ رہبانی ثابت ہوتا ہے اور ایک ایسے ملک امتِ مسلمہ کے لیے روز روز پیدا شدہ نئی نئی پیچیدگیوں اور مسائل کے حل کے تعلق سے اجتماعی وملکی خدمتوں کا اہل ہوتا ہے، جہاں کے شہری بالعموم طرح طرح کے مذاہب، خیالات، رجحانات، ثقافتوں، تہذیبوں اور عصبیتوں اور آپسی تصادم کی راہ پر ڈالنے والی نِت نئی تخریبی تحریکوں وتنظیموں کے سحرِ سامری کا شکار ہوتے رہتے ہیں اور جہاں کی اکثریت اپنی حقیقی شہری ذمے داریوں اور انسانی قدروں کے تعمیری تقاضوں کو پسِ پشت ڈال کر مصنوعی مذہبی غیرت کے مُنشیّات کی لت میں گرفتار ہوتی رہتی ہے۔

مولاناؒ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ مضبوط اور پختہ ارادہ کے حامل تھے، اپنے ارادے اور نقطہائے نظر پر بہت مضبوطی کے ساتھ عمل پیرا رہتے، مطلوبہ مقصد اور اپنے نظریات کو بیان کرنے کے لیے الفاظ وتعبیرات کا انتخاب کرتے اور صحیح جملوں اور مفردات میں اپنے زاویۂ نظر کو پیش کرتے، عجلت اور رواداری میں گفتگو نہ کرتے، فیصلے جلدباز نہ ہوتے، سب کی رائے کو بخوبی سنتے، عزت دیتے، کبھی قبول اور کبھی رَد کرتے، الغرض! خوداعتمادی، رائے کی پختگی اور سنجیدہ اندازِ تکلّم آپ کا مابہ الامتیاز تھا۔ ؎

عطا ہوئی ہے تجھے روز وشب کی بےتابی
خبر نہیں کسی کو کہ تو خاکی ہے یا کہ سیمابی

(علامہ اقبالؔ)

ولادت باسعادت:

۷رمئی ۱۹۶۷ء کو آپ کی ولادت فتح پور کے ایک عالم گھرانے میں ہوئی، آپ کے والد محترم حضرت مولانا مبین الحق صاحب قاسمی نوراللہ مرقدہٗ کانپور کے ایک عظیم بزرگ شخصیت کے حامل تھے، علمی شخصیت کے ساتھ ساتھ، جمعیۃ علماء کانپور کے صدر تھے اور شہر کے سب سے بڑے مدرسہ جامع العلوم پٹکاپور میں قائم مقام صدر مدرس، ناظمِ تعلیمات ہونے کے ساتھ ساتھ شیخ الحدیث بھی تھے؛ نیز کانپور جاجمؤ کی جامع مسجد اشرف آباد کے امام بھی تھے، تقریباً ۳۵ سال تک اس اہم ذمہ داری کو نبھاتے رہے۔

بہر حال مولانا اُسامہؒ نے اپنی تعلیم کا آغاز اپنے گاؤں فتح پور سے کیا، پھر حفظِ قرآن کی تکمیل کانپور مدرسہ جامع پٹکاپور میں کی، چند ماہ عربی درجات بھی وہیں پڑھے، پھر ۱۹۸۵ء میں آپ نے دارالعلوم دیوبند کا رُخ کیا، عربی درجات کی تکمیل کی اور ۱۹۸۹ء میں فراغت حاصل کی، پھر آپ فراغت کے بعد کانپور چلے آئے اور جامع العلوم پٹکاپور سمیت کئی مدرسوں میں پڑھاتے رہے، بالآخر ۲۰۰۳ء میں حضرت مولانا انواراحمد جامعی قدس سرہٗ کے ساتھ جاجمؤ میں جامعہ محمودیہ اشرف العلوم کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا اور اپنی زندگی کی آخری سانس تک اس کو ترقی کی راہ پر تَن، مَن، دَھن کے ساتھ پہنچاتے رہے اور آج مولانا کی مرہونِ منت ہے کہ یہ مدرسہ چمکتا ودمکتا ایک اسلامی قلعہ کی شکل اختیار کر چکا ہے جو ہر محاذ پر سر بستہ رہتا ہے، ہر موڑ پر نگہبانی کرتا رہتا ہے اور اسلام کا پرچم پورے ملک میں لہراتا رہتا ہے۔

مولاناؒ کی ذمہ داریاں:

بلاشبہ مولاناؒ کئی محاذ پر بیک وقت بغیر تھکے ڈٹے رہنے والے ایک تحریکی شخصیت کے حامل تھے، قوم وملّت کی فلاح وبہبود کے جذبہ کی خاطر اپنی ذاتی ضروریات سے بھی

بے پرواہ ہوکر وہ تادمِ حیات متحرک وسرگرم رہتے، وہ اپنی ذات میں ایک انجمن کے واقعی مصداق تھے۔

فرقۂ باطلہ کا تعاقب ہو یا مسلکِ حق کی ترجمانی، فکر دیوبند کی ترویج ہو یا نظریۂ جمعیۃ، مظلوم کی آہیں ہوں یا بےکسوں کی نالاں ورد یاں کمربستہ رہتے، فکر کی لہو میں جلتے وتڑپتے، اکابرِ دیوبند سے لگاؤ، امت کی اصلاح کا درد ہو یا دینی وعصری تعلیم کے میدانوں میں اس سے آگے لے جانے کے لیے محاذ آراء تھے، مولانا پوری دیانت داری کے ساتھ ہر میدان میں فکرمند اور فعال دکھائی دیتے تھے، آپؒ نے اپنی خداداد، متأثر کن اندازِ خطابت سے دعوتِ دین اور فکر صحیح کی تبلیغ میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑی، ان کے چہرے کی وجاہت اور زبان کی شیرینی دلوں کو موہ لیا کرتی تھی۔

اپنی خداداد صلاحیتوں کے پیشِ نظر امت کا آپ پر اعتماد تھا، اسی وجہ سے آپ کو قاضیٔ شہر کانپور مفتی منظور احمد صاحب مظاہریؒ نے ۲۸ر جنوری ۲۰۱۶ء کو اپنا قائم مقام وجانشین بنایا، ۴ر اکتوبر ۲۰۱۶ء کو جمعیۃ علماء اتر پردیش کے صدر منتخب ہوئے، اسی سال رکنِ مجلس عاملہ جمعیۃ علماءِ ہند، صدر کل ہند رابطہ مدارس اسلامیہ دارالعلوم دیوبند زون کے منتخب ہوئے۔

حق ایجوکیشن اینڈ ریسرچ فاؤنڈیشن کانپور کے چیئرمین تھے، محکمہ شرعیہ ودارالقضاء کانپور کے صدر تھے، مجلس تحفظ ختمِ نبوت کے صدر؛ نیز سیکڑوں مدارس ومکاتب کی سرپرستی نبھارہے تھے۔

جمعیۃ علماء میں آپؒ کا کردار اور قوم وملت کی خدمات:

آپؒ ہی سے جمعیۃ علماءِ ہند کے پروگراموں کی زینت تھی، باطل دل لرزتے تھے، حق کا بول بالا ہوتا تھا، جمعیۃ کی مجلسِ عاملہ ہوں یا ملک کے طول وعرض میں منعقد ہونے والے ہر چھوٹے اور بڑے پروگراموں میں آپ کا ایک اہم حصہ ہوا کرتا تھا۔

رونقِ بزم نہیں تھا کوئی تجھ سے پہلے
رونقِ بزم ترے بعد نہیں ہے کوئی

جمعیۃ علماء سے آپ کا تعلق باپ بیٹے جیسا تھا؛ بلکہ دل کی دھڑکن جیسا تھا، آپ نے اکیلے جمعیۃ کے پلیٹ فارم سے قومی وملّی وہ خدمات انجام دیں جیسے ایک انجمن انجام دیتی ہو، ہر مظلوم کی آہ پر لبیک کہتے، فقراء ومساکین کی دستگیری کرتے، وقتاً فوقتاً ماحول وموسم کے اعتبار سے رقم، لحاف اور کھانے پینے کی اشیاء فراہم کرتے، سلاب زدہ علاقوں میں بھرپور تعاون کرتے اور دوسروں کو اس پر آگاہ کرتے، الغرض! جمعیۃ علماء آپ کی دل کی دھڑکن تھی۔

پُرجوش وولولہ انگیز خطابت:

مولانا کی تقریر پُرجوش، لذیذ وعزیز وشیریں بیانی، پُرکشش اندازِ بیان، منفرد اندازِ گفتار، گونج دار آواز، بھرپور معلومات سے جلسے پر چھائے ہوئے رہتے، آپ برِّصغیر کے یکتائے زمانہ پُرجوش خطیبوں میں سے ایک تھے، آپ جوش وجذبہ کے ساتھ بولتے، لہجے کی انفرادیت، اندازِ تکلم کا نرالا پن، مواد کا نیا رنگ وآہنگ، بات کہنے کا سادا لب ولہجہ، بالکل جداگانہ ہونے کی وجہ سے آپ بالکل یکتاء وبے مثال تھے۔

ہمہ گیر اور بے نظیر مقبولیت:

ہندوستان میں دین کی بقا اور قوم وملّت کے لیے ہندوستان کے ہر خطّوں اور ضلعوں کے اِردگرد مسلمانوں کے دلوں میں اپنی مجاہدانہ وزاہدانہ زندگی کی لاثانی اور لافانی محبت کی تخم ریزی کی نہ صرف ہنرمندانہ نگہ داشت کی؛ بلکہ ملّی سرگرمیوں کے ذریعے، اُس کی آبیاری کی اور ملک وملّت کو بہت فائدہ پہنچایا، بالخصوص جمعیۃ علماء کو غیر معمولی فائدہ ہوا۔

ہندوستان کے کسی خطّے میں بھی کسی کو بھی مسلمانوں میں وہ ہمہ گیر وثمر آور مقبولیت وعقیدت حاصل نہیں جو مولانا اُسامہ صاحبؒ کو حاصل تھی؛ اسی لیے کانپور میں اور دیگر مرکزی شہروں میں کسی بھی تحریک، احتجاج، مظاہرہ اور تاریخ ساز جلسے کے لیے، ان کی صرف ایک اپیل، ایک آدھ دَورے اور عاجلانہ کوششوں کے ذریعے، عوام وخواص کی لاکھوں کی جو بھیڑ اکٹھی ہو جاتی تھی، وہ کسی اور کے بعد کی بات تھی نہ ہو سکتی تھی اور نہ اب متصور ہے۔ ؎

میری میں فقیری میں، شاہی میں غلامی میں
کچھ کام نہیں بنتا بے خبر آب رندانہ

مولانا کی کمی کا احساس:

دنیا میں ہر آن موت وحیات کی پنجہ آزمائی جاری رہتی ہے، زندگی پر موت کی یقینی فتح ایک غیر معمولی واقعہ ہے؛ لیکن ہر وقت اور ہر جگہ اور ہر موسم میں پیش آنے کی وجہ سے زندوں کا ایک ہی لمحہ میں مردہ ہو جانا اور پھر لوٹ کے کبھی نہ آنا، ایک عام سا واقعہ بن گیا ہے، جس پر کسی کی توجّہ مرکوز نہیں ہوتی؛ لیکن جب کوئی ایسا انسان دنیا سے منھ موڑ لیتا ہے جس کی زندگانی خود اس کے لیے اور دوسروں کے لیے مفید تھی تو افادیّت کے بہ قدر دنیا والوں کو اس کے چلے جانے کا غم ہوتا ہے اور اس کو کھو دینے کے بعد اس کی قدر وقیمت کا احساس زیادہ ہوتا ہے، خصوصاً تب جب کوئی اس کا جانشین نظر نہیں آتا اور صلاحیت وافادیت کے حوالے سے اُس کے بعد کسی بے جوڑ انسان پر مجبوراً انحصار کرنا پڑتا ہے، کچھ اسی طرح کا احساس مولانا اُسامہ صاحبؒ کے اُٹھ جانے کے بعد ہو رہا ہے، مولاناؒ کی کمی پورے ملک میں شدّت کے ساتھ محسوس کی جا رہی ہے، ہر جگہ خلا محسوس ہو رہا ہے، ہر محفلیں، مجلسیں اور تنظیمیں یتیم نظر آ رہی ہیں۔ ؎

موت اُس کی کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

وفات:

مولاناؒ عرصۂ دراز سے متعدد امراض میں مبتلا تھے، بالخصوص شوگر، تھائرائڈ اور گردے کے امراض میں؛ لیکن ۱۰ ر جولائی تا ۱۸ ر جولائی تک مستقلاً موت وحیات کی کش مکش سے دوچار رہے، بیماری سے نبرد آزما رہنے کے بعد بالآخر مردِ آہن مولانا اُسامہؒ نے موت کے آگے سپر انداز ہوکر ۱۸ ر جولائی ۲۰۲۰ء کی شب کو کانپور کے بیلٹ ہسپتال میں آخری سانسیں لے لیں اور اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جتنی زندگی مقدر کر رکھی تھی، اُس سے ایک لمحہ بھی زیادہ وہ کیوں کر جی سکتے تھے۔ ؎

ایک لمحے کی اجازت بھی نہیں ملنے والی
موت آتی ہے تو دستک بھی کہاں دیتی ہے

مختصر سوانحی خاکہ

نامِ نامی: حضرت مولانا متین الحق اُسامہ صاحب قاسمی وکانپوریؒ۔

والد ماجد: حضرت مولانا مبین الحق صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث مدرسہ جامع العلوم جامع مسجد پٹکاپور کانپور۔

تاریخِ پیدائش: ۷ رمئی ۱۹۶۷ء کو فتح پور کے ایک عالم گھرانے میں۔

ابتدائی تعلیم: گھر پر ہوئی، ایک آدھ پارہ حفظ کرنے کے بعد کانپور تشریف لے آئے اور مدرسہ جامع العلوم پٹکاپور میں باقاعدہ تعلیم کا آغاز کیا۔

فراغت: اُمّ المدارس دارالعلوم دیوبند ۱۹۸۹ء میں ہوئی۔

تدریس کا آغاز: مدرسہ جامع العلوم جامع مسجد پٹکاپور کانپور۔

ذمہ داریاں: قاضیٔ شہر کانپور وصدر جمعیۃ علماءِ اُتر پردیش، ناظم وبانی جامعہ محمودیہ اشرف العلوم جاجمؤ کانپور، حق ایجوکیشن کے چیئر مین اور سیکڑوں دینی مدارس ومکاتب کے صدر۔

وفات: ۱۸؍جولائی ۲۰۲۰ء بروز بدھ مطابق ۱۴۴۱ھ۔

مدفن: جامع مسجد اشرف آباد جاجمؤ کانپور۔

پسماندگان: آپؒ کے پسماندگان میں جو بقید حیات ہیں: آپؒ کی اہلیہ، چار بیٹے اور ایک بیٹی مولانا بھی دو بھائی اور تین بہنیں ہیں۔

ازقلم:

مفتی محمد عامر کانپوری

استاذ جامعہ محمودیہ اشرف العلوم جامع مسجد جاجمؤ کانپور (اسلامک اسکالر)

۱۷؍ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۷؍اگست ۲۰۲۰ء بروز جمعہ

منظوم تعزیت نامہ

بروفات حضرت مولانا **محمد متین الحق اُسامہ قاسمی** وکانپوری رحمہ اللہ

<u>از خامہ: مفتی محمد عامر کانپور</u>

بےمثال خطابت خطیب الدہر ❖ وہ مبلغ وہ داعی ہمیں چھوڑ کر
خالی خالی ہے جامعہ محمودیہ ❖ جس سے بچھڑا وہ مولانا اُسامہ ذی قدر
زندہ دل تھے ہمیشہ وہ حق پر رہے ❖ یاد آتا ہے ہم کو وہ مردِ آہن ونڈر
ہیں فضائیں افسردہ ہوائیں خفا ❖ آج محفل بھی خالی لگے ہے اثر
اُن کے دیدار کرتے رہے غمزدہ ❖ خدام جامعہ ہیں زخمی زخمی جگر
فخر دیوبند تھے وہ اور شعلہ بیاں ❖ گونج سے جن کے لرزاں تھے باطل کے دَر
عاشقِ مصطفیٰ تھے و ہ مولانا اُسامہ ❖ یا الٰہی عطا کردے جنّت میں گھر
غالب اُن کو سدا یاد رکھیں گے ہم ❖ وہ حسین و جمیل وہ شگفتہ بشر
وہ بے باکی میں ہے یکتا زمن ❖ وہ مردِ میداں ہے وہ میر لشکر
وہ مردِ درویش ہے وہ مردِ مجاہد ❖ وہی غمزدوں کے مسیحا وہی غمخوار
ان کے جانے سے ہرجگہ ہے خلا ❖ ہر بزم وانجمن ومحفلیں ہیں اشکبار